ر پھلواروی

قرآن اور ہجرت

ہجرت محض ترکِ وطن کو نہیں کہتے۔ اس لیے کوئی ایسا شخص مہاجر نہیں کہا جا سکتا جس نے حصولِ معاش کے لیے، آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے، کسی کے عشق میں، کسی رسوائی سے بچنے کے لیے، قانونی داروگیر سے محفوظ رہنے کی غرض سے یا محض جان کے خوف سے اپنا گھر بار ہمیشہ کے لیے یا طویل عرصے کے لیے چھوڑ دیا ہو۔ مہاجر دراصل وہ ہے جو پہلے اپنے وطن ہی میں اعلائے کلمۃ اللہ کا پورا حق ادا کر چکا ہو اور اس راہ میں اپنی کسی متاعِ عزیز کو پیش کرنے سے دریغ نہ کیا ہو، اس کے بعد اعلائے کلمۃ اللہ ہی کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا بسا ہو اور اپنی زندگی اسی مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہو۔ گویا ہجرت کے لیے ایمان اور جہاد (اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر سعیِ بلیغ) ضروری ہے جسے قرآن امنوا وھاجروا وجٰھدوا فی سبیل اللہ کہتا ہے۔ ہجرت صرف ایک قطعۂ زمین سے دوسرے حصۂ ارض کی طرف جانے کا نام نہیں بلکہ یہ ہر غیر اللہ سے اللہ کی طرف رُخ کرنے کا ایک رجحان ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اسی حقیقت کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ انی مھاجر الٰی ربی (۲۹/۲۶) میں اپنے رب کی طرف ہجرت اختیار کروں گا۔ اور اسی حقیقت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ: انی ذاھب الٰی ربی سیھدین (۳۷/۹۹) میں اپنے رب کی طرف جاؤں گا جو مجھے ہدایت دے گا۔ اور اسی کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ومن یخرج من بیتہ مھاجرًا الی اللہ ورسولہ ... (۴/۱۰۰) یعنی جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے۔ ... ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول کسی زمین کا نام نہیں۔

جس غیر اللہ کو مقصودِ اصلی بنا لیا جائے وہ دراصل بُت ہے اور:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

یہی وطن ہے جس پر انسان سب کچھ قربان کر دیتا ہے لیکن انبیاء و مرسلین کی تعلیمات نے جو اعلیٰ اقدار عطا کی ہیں ان میں ایک بڑی عظیم الشان قدر یہ ہے کہ ایک بہت ارفع و بلند مقصد اور بھی ہے جس پر خود وطن کو بھی قربان کر دیا جاتا ہے۔ یہیں آن کر مسلم و کافر کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔ کافر کی انتہائی پہنچ اور منتہائے نگاہ وطن ہے جس پر وہ اپنے آپ کو اور اپنی ہر متاعِ عزیز کو قربان کر دیتا ہے لیکن مسلمان کا منتہائے نظر وہ ہے جس پر خود وطن بھی نچھاور کر دیا جاتا ہے۔ یوں سمجھیے کہ دینِ انبیاء نے دو وطن قرار دیے ہیں۔ ایک وطن وہ ہے جہاں انسان بلا ارادہ اتفاقی طور پر پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا وطن وہ ہے جسے انسان ارادی طور پر صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اختیار کرتا ہے۔ پہلا وطن میلادی ہے اور دوسرا دینی۔ مسلمان کا اصلی وطن وہی ہے جو اس کا دینی وطن ہے جس پر میلادی وطن کو مناسب وقت آنے پر بلا تکلف قربان کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر انبیاء کو ہجرت کرنی پڑی۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت موسیٰؑ اور خود آنحضورؐ کی ہجرتوں کا قرآن کریم میں ذکر موجود ہے۔ یہاں اس کی تفصیلات میں جانا مقصود نہیں۔

بلاشبہ میلادی وطن اپنے اندر غیر معمولی کشش رکھتا ہے اور مرتے دم تک اس کی فطری محبت دل سے نہیں جاتی۔ اپنا گھر بار، محلہ، خاندان، سوسائٹی، کلچر سب کچھ فطری طور پر انسان کو عزیز و محبوب ہوتا ہے اور یہی وہ آخری متاعِ عزیز ہے جسے چھوڑنا انسان پر انتہائی گراں گزرتا ہے اور اس کی یاد دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیا کرتی ہے۔ کسی مادی فائدے کی طمع میں بھی اگر ترکِ وطن کرنا پڑے تو دل کڑھتا ہے اور یہ فطرتِ انسانی ہے۔ سوچیے کہ کتنے بڑے جگرے کے مالک ہیں وہ لوگ جو محض اللہ کے لیے اس بت کو ہنسی خوشی اپنے ہاتھوں سے توڑ دیتے ہیں اور وطن کی ساری فطری دلچسپیوں کو یک لخت چھوڑ دیتے ہیں۔ جس چیز پر دنیا اپنا سب کچھ لٹا دیتی ہے یہ ایک اعلیٰ تر نصب العین پر اسے بھی نچھاور کر دیتے ہیں۔ یہی ہے وہ فرق جو کفر و اسلام میں خطِ امتیاز کھینچتا ہے۔

ہجرت ایک زبردست امتحان ہے ایمان کا۔ اس میں جو لوگ کامیاب ہوئے ان کی یہ قربانیاں ضائع نہ جا سکتی تھیں۔ ہجرت کے درجات و فضائل کا قرآن نے بھی عجیب عجیب انداز سے ذکر فرمایا

ہے۔ ہم عنوان وار اسے یہاں درج کرتے ہیں۔ اسے بغور دیکھیے۔

۱۔ مہاجرین رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں

ان الذین اٰمنوا والذین ھاجروا وجٰھدوا فی سبیل اللّٰہ اولٰئک یرجون رحمت اللّٰہ ط واللّٰہ غفور رحیم ۲/۲۱۸

وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد (سعیٔ بلیغ) کیا وہ رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں[۱] اور اللّٰہ غفور رحیم ہے۔

۲۔ مہاجرین تکفیرِ سیئات اور دخولِ جنت کے مستحق ہیں

..... فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقٰتلوا وقُتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر ثوابا من عند اللّٰہ ط واللّٰہ عندہ حسن الثواب ۳/۱۹۵

پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور جنگ کی اور مارے گئے میں ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرکے رہوں گا اور انھیں ایسی بہشتوں میں داخل کرکے رہوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ خدا کی طرف سے جزا ہوگی اور اللّٰہ کے ہاں تو حسین جزا موجود ہے۔

۳۔ ہجرت نہ کرنے والے ظالم اور جہنمی ہیں

ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین فی الارض ط قالوا الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا ط فاولٰئک ماْوٰھم جھنم ط وساءت مصیرا ۞

اپنے اوپر آپ ظلم کرنے والوں کی جان جب فرشتے نکالتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ تم کس شغل میں پڑے ہوئے تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو زمین میں پڑے کمزور تھے۔ وہ پھر پوچھتے ہیں کہ کیا اللّٰہ کی زمین اتنی کشادہ نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کرکے چلے جاتے؟ یہ لوگ ہیں جن

---

(۱) رجا کے معنی محض موہوم توقع کے نہیں۔ یہ ضد ہے یاس کی اور اس میں یقین کا پہلو غالب ہے۔ فمن کان یرجوا لقاء ربہ میں رجا کے معنی یقین رکھنے کے ہیں۔

الا المستضعفین ..... ۴/۹۷، ۹۸ ۔

کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے (مگر قابلِ معافی وہ معذور مرد، عورتیں اور بچے ہیں جو ہجرت کا کوئی بہانہ یا راہ نہ تلاش کر سکے)۔

۴۔ مہاجر کے لیے زمین میں بڑی گنجائش ہے۔ وہ راستے میں مر جائے جب بھی مستحقِ اجر ہے

ومن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ ط ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ ط وکان اللہ غفورا رحیما ۝ ۴/۱۰۰

جو راہِ خدا میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں جائے پناہ اور کشادگی پا ہی لے گا۔ اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہو ہی جائے گا اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

۵۔ مہاجر کے غیر مہاجر مسلمان رشتے داروں میں میراث کا تعلق نہیں

. . . والذین امنوا ولم یہاجروا ما لکم من ولایتہم من شیء حتی یہاجروا . . . ۸/۷۲

جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت نہیں کی تمہارے اور ان کے درمیان اس وقت تک کوئی تعلقِ میراث نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں۔

۶۔ مہاجرین اور انھیں پناہ دینے والے (انصار) ہی سچے مومن ہیں

والذین امنوا وھاجروا وجٰھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ھم المومنون حقا ط لھم مغفرۃ ورزق کریم ۝ ۸/۷۴

اور وہ لوگ جو ایمان لائے، ہجرت کی اور راہِ خدا میں سعیِ بلیغ کی، نیز وہ لوگ جنھوں نے انھیں پناہ دی اور مدد کی وہی تو ہیں حقیقۃً مومن۔ ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور باعزت روزی بھی۔

۷۔ بعد کے مہاجروں کا شمار بھی اوّلون ہی میں ہے

والذین امنوا من بعد وھاجروا وجٰھدوا معکم فاولٰئک منکم ۸/۷۵

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد (سعیِ بلیغ) کیا ان کا شمار بھی تم ہی (مہاجرین

اولین) میں ہے ۔

۸۔ مہاجرین کا درجہ بہت بلند ہے اور ان کے لیے ابدی رحمت و رضوان و جنت ہے

الذین امنوا وھاجروا وجٰھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ ط واولٰئک ھم الفائزون ہ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنّٰت لھم فیھا نعیم مقیم ہ خٰلدین فیھا ابدا ط ان اللہ عندہ اجر عظیم ہ ۹/۲۰، ۲۱، ۲۲

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور راہِ خدا میں اپنے مال و جان سے سعی بلیغ کی وہ اللہ کے نزدیک بلند تر درجہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب رحمتِ خاص، خوشنودی اور ایسے باغوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے دوامی نعمت ہوگی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

۹۔ سب سے بڑا آسمانی پروانۂ نجات و فضیلت

والسّٰبقون الاولون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنّٰت تجری تحتھا الانھر خٰلدین فیھا ابدا ط ذلک الفوز العظیم ہ ۹/۱۰۰

مہاجرین و انصار میں پہلے سبقت کرنے والوں اور ان کی عمدہ پیروی کرنے والوں دونوں سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور ان کے لیے اللہ نے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

۱۰۔ مہاجرین کی توبہ مقبول ہے اور وہ مغفور لہم ہیں

لقد تاب اللہ علی النبی والمھٰجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم ط انہ بھم رءوف رحیم ہ ۹/۱۱۷

اللہ نے نبی کی بھی مغفرت فرمادی اور مہاجرین کی بھی اور انصار کی بھی جنھوں نے بوقتِ عسرت (غزوۂ تبوک میں نبی کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل میں کجی آنے لگی تھی لیکن پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی (انھیں معاف کر دیا) وہ ان سب کے لیے رؤف رحیم ہے۔

۱۱۔ مہاجرین کے لیے دنیا میں بھی عمدہ ٹھکانا ہے اور آخرت کا عظیم تر اجر بھی

والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ط و لاجر الاخرۃ اکبر ط ۱۶/۴۱

جن لوگوں نے ستائے جانے کے بعد راہِ خدا میں ہجرت کی ہم ان کو دنیا میں بھی عمدہ ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو اس سے بہت بڑا ہے۔

۱۲۔ اللہ مہاجرین پر رحمت و مغفرت فرمائے گا۔

ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا و صبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم ۱۶/۱۱۰

پھر تیرا رب ان لوگوں کے لیے غفور رحیم ہے، جنھوں نے آزمائشیں جھیلنے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے تو تیرا رب ان باتوں کے بعد یقیناً مغفرت و رحم والا ہی ہو گا۔

۱۳۔ مہاجرین کو اخروی زندگی میں بڑی نعمتیں حاصل ہوں گی

والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا اوماتوا لیرزقنھم اللہ رزقا حسنا ط وان اللہ لھو خیر الرازقین ○ لیدخلنھم مدخلا یرضونہ ط وان اللہ لعلیم حلیم ○ ۲۲/۵۸، ۵۹

جن لوگوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی پھر وہ قتل کیے گئے یا اپنی موت سے مرے ان کو اللہ یقیناً عمدہ روزی دے گا اور اللہ ہی تو بہتر روزی دینے والا ہے وہ انھیں ایسے مقام میں ضرور داخل کرے گا جس سے وہ راضی رہیں اور اللہ تو بڑا علیم حلیم ہے۔

۱۴۔ آنحضرت کے لیے صرف ہجرت کرنے والی غیر محرم بہنیں حلال ہیں

یاایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک وبنت عمک وبنت عمتک وبنت خالک وبنت خلتک التی ھاجرن معک ۳۳/۵۰

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے حلال کی ہیں وہ بیویاں جن کا مہر آپ نے ادا کیا ہو اور وہ کنیزیں جو اللہ نے آپ کو بطور فے دی ہوں۔ اور آپ کے چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی وہ بیٹیاں جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی ہو۔

۱۵- مالِ فَے کے حقدار مہاجرین بھی ہیں اور وہی سچے ہیں

للفقراء المهجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله ط اولئك هم الصدقون ۝ ۵۹/۸

(مالِ فَے) ان غریب مہاجرین کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے جدا کیے گئے۔ یہ اللہ کے فضل اور رضا کے طالب ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی تو ہیں اہلِ صدق۔

۱۶- انصار مومن ہیں اور وہ مہاجرین کے لیے صاحبِ محبت و ایثار ہیں

والذين تبوءو الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ط ۵۹/۹

اور (مالِ فَے ان انصار کے لیے بھی ہے) جو قبل از ہجرت ہی سے اپنا گھر رکھتے ہیں اور ایمان بھی لا چکے ہیں وہ اس شخص سے محبت رکھتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور ان مہاجروں کو جو کچھ ملے وہ اس سے اپنے دل میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے بلکہ اگر ان (انصار) کو تنگی بھی ہو تو وہ ان (مہاجرین) کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

۱۷- تمام مہاجرین و انصار سے خدا راضی ہے

لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فانزل السكينة عليهم واثابهم فتحا قريبا ۝ ومغانم كثيرة ياخذونها ط وكان الله عزيزا حكيما ۝ ۴۸/۱۸، ۱۹

بلاشبہ اللہ ان تمام اہلِ ایمان سے راضی ہے جبکہ وہ آپؐ کی بیعت اس درخت کے نیچے کر رہے تھے پھر ان کے دلوں میں جو کچھ (خوف و ہراس) تھا اسے اللہ نے معلوم کر لیا پھر ان پر سکینت نازل فرمائی اور انھیں ایک قریبی فتح (فتح خیبر) بخشی اور بہت کچھ اموالِ غنیمت بھی دیے جو وہ لیتے رہے۔ اور اللہ تو غالب و دانا ہے۔

اس آیت میں اگرچہ "مہاجرین" کا لفظ موجود نہیں لیکن (دیکھو آیۂ ۸) کون نہیں جانتا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر سیدنا عثمانؓ کی افواہِ شہادت پر خونِ عثمانؓ کا قصاص لینے کے لیے آنحضرتؐ نے جن لوگوں کی بیعت لی وہ چودہ سو مہاجرین و انصار تھے۔ یہ ادا خدا کو اتنی پسند آئی کہ اس درخت تک کا ذکر سینۂ قرآن میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا جس کے سائے میں یہ بیعت ہوئی تھی اور خونِ عثمانؓ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نگاہوں میں کتنا قیمتی تھا کہ اس کے قصاص کی بیعت کرنے والوں کے لیے ایک ابدی پروانۂ رضوان نازل فرما دیا۔

۱۸۔ قبل از فتح انفاق و قتال کرنے والوں کا درجہ بہت بلند ہے

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل ط اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا ط وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ ط واللہ بما تعملون خبیر ہ

۵۷/۱۰

تم میں سے جن لوگوں نے قبلِ فتح[1] انفاق و قتال کیا وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں۔ وہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد از فتح انفاق و قتال کیا۔ اللہ نے حُسنیٰ کا وعدہ دونوں سے کیا ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

یہاں بھی لفظ "مہاجر" نہیں لیکن (دیکھو آیۂ ۱۰) کسے نہیں معلوم کہ قبل از فتح اسلام لانے والوں میں بھی اوّل درجہ انہی مہاجرین و انصار کا ہے جنھیں "سابقون اوّلون" کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بعد فتح ایمان لانے والوں کا وہ درجہ نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ جو انفاق و قتال فتح کے بھی پچاسوں سال بعد ہوا ہے اس کا تو قبلِ فتح کے انفاق و قتال سے کوئی تقابل ہی نہیں۔ وہ انفاق و قتال (یعنی قبلِ فتح) تو رسول اللہ کی معیت میں ہوا، خالص اہلِ کفر کے مقابلے میں ہوا، ایسی حالت میں ہوا جب اسلام اور اہلِ اسلام کمزور اور بے بس تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں ان کے سامنے صرف اعلائے کلمۃ اللہ تھا۔ کوئی مسندِ حکومت نہ تھی۔ بعد والوں کو یہ شرف کہاں حاصل ہو سکتا؟ تاہم یہ بے پایاں رحمتِ الٰہی ہے

---

(۱) فتح سے عموماً فتح مکہ مراد لیا جاتا ہے لیکن ہمارے نزدیک فتح دراصل صلح حدیبیہ ہے۔ بہرحال ہم نے ترجمے میں صرف "فتح" ہی لکھا ہے۔

قبل فتح اور بعد فتح دونوں ہی مواقع پر انفاق و قتال کرنے والوں کو اس نے مژدہ حسنیٰ سنایا ہے۔ جہاں خدا خود ہی حسنیٰ کا وعدہ فرما دے وہاں ہمارے لیے مجالِ دم زدن کہاں؟ اور ہم جیسوں کو بعد فتح کے اہلِ اسلام پر طنز و طعن کا حق ہی کیا پہنچتا ہے جب کہ ہم خود فتح کے تیرہ صدی بعد ایمان لائے ہیں؟

ان تمام آیات میں مہاجرین کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں ان کی صداقت میں شک رکھنے والا کبھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ان میں ان کے لیے کھلے، واضح اور غیر مبہم لفظوں میں مومن ہونے کا اعتراف ہے (اولئک ھم المومنون حقاً ۴/۸)۔ ان کے اہلِ صدق ہونے کا اعلان ہے (اولئک ھم الصٰدقون ۵۹/۸)۔ اس کے علاوہ رجائے رحمت، کفارۂ سیئات، خلودِ جنت، رضوان الٰہی، مغفرت رزقِ حسن، قبولِ توبہ، درجاتِ عالیہ وغیرہ کی صاف لفظوں میں بشارت دی گئی ہے۔ ہم نے ۱۵ و ۱۸ میں دو ضروری آیتوں کا ذکر کر دیا ہے جن میں اگرچہ "مہاجرین و انصار" کا لفظ موجود نہیں لیکن جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے ان کی صفِ اول میں مہاجرین و انصار ہیں۔ ایسی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں عام صحابہ کی مدح ہے اور بلاشبہ مہاجرین و انصار ان میں سر فہرست ہیں۔ ہم نے ایسی تمام عمومی آیات کو بخوفِ طوالت چھوڑ دیا ہے۔ جتنی آیات پیش کی ہیں وہی کافی ہیں۔ اس کے بعد کچھ تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم یہاں چند نکات پر غور کر لینا بہت مناسب ہوگا۔ وہ بھی سن لیجیے:

(الف) ۱۲ میں جو آیت درج کی گئی ہے اس میں ایک لفظ ہے ومن یھاجر فی سبیل اللہ (جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے)۔ پھر دوسرا لفظ ہے ومن یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ ورسولہ (جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے)۔ پھر ۱۶ والی آیت کے الفاظ یہ ہیں: یحبون من ھاجر الیھم (یہ انصار ہر اس مہاجر سے محبت رکھتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرے)۔ اللہ اکبر! انصار کا یہ لافانی شرف کسے حاصل ہو سکتا ہے کہ ان کی طرف اور خدا و رسول کی طرف ہجرت کرنے کو ایک ہی صف میں رکھا گیا ہے۔

(ب) ۱۴ کی آیت مندرجہ میں ہجرت کی عجیب عظمت بیان کی گئی ہے۔ زوجِ رسولؐ یا ام المومنین ہونے کا شرف صرف اسی بہن (چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکی) کو حاصل ہو سکتا ہے

جس نے ہجرت میں رسولؐ کا ساتھ دیا ہو۔ سکے چچا ابوطالب کی بیٹی ام ہانیؓ حضورؐ کے لیے جائز نہیں اس لیے کہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائیں جب کہ ہجرت کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ اور دوسری طرف ایک کافر دشمن کی بیٹی ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان اموی ہے جو زوجۂ نبی اور ام المومنین ہونے کا لافانی شرف حاصل کر لیتی ہیں کیونکہ ہجرتِ حبشہ بھی کی اور ہجرتِ مدینہ بھی۔

(ج) عنا کی درج کردہ آیت میں ہے لقد تاب اللہ علی النبی والمھٰجرین والانصار (اللہ نے نبی، مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کی)۔ یہ "توبہ قبول کی" از روئے لغت تو غلط نہیں لیکن اس میں یہ پہلو نکلتا ہے کہ جو غلطی بعض مہاجرین و انصار سے ہوئی تھی وہی نعوذ باللہ آنحضورؐ سے بھی ہوئی اور ان سب نے توبہ کی جو اللہ نے قبول فرمالی۔ چونکہ تاب علیٰ کے اور بھی معنی ہیں جو تمام لغات میں موجود ہیں اس لیے ہم نے وہی معنی لیے ہیں جو نبیؐ کے شایانِ شان ہوں۔ اس کے معنی ہیں متوجہ ہونا، رجوع ہونا، مغفرت فرمانا، دوبارہ مہربان ہونا۔ ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ اور یہاں یہ نکتہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ نبی، مہاجرین اور انصار میں یقیناً درجہ و حیثیت کا بڑا تفاوت ہے لیکن یہ کتنا بڑا اور غیر معمولی شرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت یا توجہ و عنایت میں مہاجرین و انصار کو بھی یکساں طور پر نبیؐ کے ساتھ شریک کیا ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ ان میں کے چند لوگوں سے یہ غلطی ہو گئی تھی کہ ان کے دلوں میں کجی آنے لگی تھی۔ آئی نہ تھی بلکہ آنے لگی تھی۔ الفاظِ قرآنی یوں ہیں کاد یزیغ قلوب فریق منھم یعنی ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں زیغ (کجی) آنے لگی تھی۔ نہ یہ کہ آ چکی تھی۔ پھر لطف یہ ہے کہ ثم تاب علیھم اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی، فضل کیا اور مغفرت کا پروانہ نازل فرمادیا اور اس مغفرت و رحمت میں اس گروہ کو بھی نبی اور عام مہاجرین و انصار کے ساتھ شامل کر لیا۔

(د) اسی حقیقت کا واضح اعلان ہے اس آیت کریمہ میں جو مـ۹ میں درج کی گئی ہے۔ اگر تمام آیات سے صرفِ نظر کر لیا جائے تو تنہا یہی ایک آیت تمام مہاجرین و انصار کے لافانی فضائل، ابدی مناقب، مغفرت و رضوان، خلودِ جنت اور فوزِ عظیم کے اظہار کے لیے کافی و وافی ہے اور اس میں ادنیٰ

شک کرنے والا بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ہر اس روایت کو (خواہ وہ کتنی ہی مستند کتاب میں ہو اور کیسی ہی قوی سند سے ہو) جو اس واضح الٰہی فرمان سے متصادم و متعارض ہو قطعاً غلط سمجھنا چاہیے

اس آیت میں والذین اتبعوھم باحسان (جن لوگوں نے مہاجرین سابقین اور انصار اولین کی عمدہ پیروی کی) سے عام طور پر "تابعین" مراد لیے گئے ہیں۔ ہمیں تابعین کے فضائل سے ذرہ برابر بھی انکار نہیں۔ رضوانِ الٰہی اور جنت تو از روئے قرآن ہر اس شخص کے لیے بھی ہے جو ایمان، عملِ صالح اور خشیتِ الٰہی رکھتا ہو جیسا کہ ارشاد ہے: ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ ط جزاؤھم عند ربھم جنٰت عدن تجری من تحتھا الانھٰر خلدین فیھا ابداً ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ط ذٰلک لمن خشی ربہ ٥ ۹۸؍۸ (جو لوگ ایمان لائے اور اس کے مطابق عمل کیے وہ بہترین خلائق ہیں۔ ان کے رب کے ہاں ان کی جزا وہ سدا بہار باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہ انعام ہر اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب کی خشیت رکھتا ہو)۔ پس جب یہ انعام عام طور پر ہر ایک مومن کے لیے ہے جو عملِ صالح اور خشیتِ الٰہی رکھتا ہو تو تابعین کو کون اس سے خارج کر سکتا ہے؟ مگر ہمارے خیال میں اس آیت میں خاص تابعین کا ذکر نہیں بلکہ (اگر اسے عام نہ کیا جائے تو) مہاجرین و انصار ہی کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔ پہلا گروہ ہے والسبقون الاولون من المھٰجرین والانصار (وہ مہاجرین و انصار جنھوں نے سبقت الی الاسلام اور اولیت کا شرف حاصل کیا) اور دوسرا گروہ ہے والذین اتبعوھم باحسان (جو لوگ عمدگی سے ان کے پیچھے چلے)۔ یہ پیچھے چلنے یا آنے والے وہی مہاجرین و انصار ہیں جن کو سبقت و اولیت کا شرف حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ یہی مضمون ۸ کی مندرجہ آیت میں یوں بیان ہوا ہے کہ: والذین ھاجروا من بعد وجٰھدوا معکم فاولٰئک منکم (جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد (سعی بلیغ) کیا ان کا شمار بھی تم ہی (مہاجرین اولین) میں ہے۔ یہاں اوپر کی آیت (جو ۹ میں ہے) سے ملا کر دیکھ جائیے

بات صاف ہو جائے گی۔ اُس میں صرف بعد میں آنے والے مہاجرین کا ذکر ہے اور زیرِ نظر آیت میں اولون سابقون کے بعد آنے والے مہاجرین و انصار دونوں کا ذکر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مہاجرین و انصار کا پورا گروپ ـــــ خواہ وہ سابقون اولون ہوں یا بعد کے ـــــ خدا کی نگاہ میں مغفور لہم، مرحوم، حقدار رضوان مستحق خلودِ بہشت لہذا واجب التکریم ہے۔ اگرچہ دونوں گروہوں میں اور خود ہر گروہ کے مختلف افراد میں بھی درجات کا تفاوت موجود ہے۔ ان میں کسی سے سوئے ظن خود اپنے سوئے خاتمہ کا موجب ہو سکتا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ یہ سب بشر تھے۔ بشری لغزشوں سے، اجتہادی خطاؤں سے، فکری غلطیوں سے کاملاً پاک اور "معصوم" نہ تھے۔ لیکن ہر ایک کی مجموعی زندگی کے لحاظ سے یہ سب کے سب اتنے بلند و ارفع ہیں کہ ان کی خطائیں ہمارے "صواب" سے اور ان کے گناہ ہمارے ثواب سے بہتر ہیں:

خونِ شہیداں را ز آب اولی تر است　　　این خطا از صد صواب اولی تر است

جب اللہ نے انھیں معاف فرما دیا اور جب رسولؐ نے اپنی زبانِ وحی سے ان سب کے لیے مژدۂ رضوان و بہشت اور بشارتِ رحمت و مغفرت سنا دی تو ہم ان پر طعن کر کے اپنی عاقبت تو خراب کر سکتے ہیں، اپنی نیکیوں میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ بلاشبہہ ہمیں یہ حق تو حاصل ہے کہ ہم ان میں کسی کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے انہی میں سے کسی کی مخالف رائے سے اختلاف ـــــ بربنائے دلیل نہ کہ بربنائے عقیدت ـــــ کریں لیکن کسی کے حسنِ نیت پر شبہہ کرنا یا اس کے اخلاص پر معترض ہونا یا اپنی طرف سے نعوذ باللہ ان میں بہشت و دوزخ تقسیم کرنا یا ان پر طعن کرتے رہنے کو کارِ ثواب سمجھنا ایک ایسا فعل ہے جو خود اللہ اور کلام اللہ کا مقابلہ کرنے کے مترادف ہے اور اس کا حساب کتاب اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اگر ان کے مقابلے میں کسی ایسے شخص کو لایا جائے جو نہ مہاجر ہے نہ انصار تو یہ بھی قرآن کے مقابلے میں خم ٹھونک کر آنے کا ہم معنی ہے کیونکہ ہر شخص کا درجہ اس کے ایمان و عمل قربانی و ایثار، اور اخلاصِ نیت کے مطابق متعین ہوتا ہے۔ رسول و نبی کے سوا کسی کا درجہ دہبی نہیں ہوتا۔ مہاجرین و انصار کا اجماعی فیصلہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس سے انکار کفر تک پہنچانے کے لیے بالکل کافی ہے۔ اس سلسلے میں ایک آیت بہت قابلِ غور ہے:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم ط وساءت مصیرا ۴/۱۱۵

ہدایت واضح ہو جانے کے بعد جو شخص رسول کی مخالفت کرے اور سبیل المومنین کے سوا دوسری راہ کا اتباع کرے تو جدھر وہ جا رہا ہے ہم اسے اسی طرف لے جائیں گے اور سیدھے جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

جہنم میں جانے کے لیے صرف مخالفتِ رسولؐ ہی کافی ہے لیکن یہاں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ رسول کی مخالفت اور "المومنین" کی راہ کے سوا دوسری راہ اختیار کرنا۔ اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ مطلب ہے کہ جس طرح صرف مخالفتِ رسولؐ جہنم میں لے جاتی ہے اسی طرح "غیر سبیل المومنین" کا اتباع بھی دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ دوسری بات پہلی ہی بات کی تفسیر ہے یعنی رسولؐ کی مخالفت یہ ہے کہ غیر سبیل المومنین کا اتباع کیا جائے۔ مآل دونوں تفسیروں کا تقریباً ایک ہی ہے۔ اب یہاں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ سبیل المومنین سے کیا مراد ہو سکتی ہے ؟ ظاہر ہے کہ "المومنین" کا الف لام استغراق کے لیے نہیں کیونکہ کوئی معاملہ ایسا نہیں جس کو ہر دور کے تمام مومنین کا اجماعی راستہ کہا جاسکے۔ اس لیے یہ مان لینا چاہیے کہ یہاں "المومنین" میں الف لام عہد کا ہے یعنی اس سے مومنین کا کوئی خاص گروپ مراد ہے جس کی راہ سے الگ ہو کر راہ اختیار کرنا جہنم میں لے جاتا ہے۔ یہ گروپ وہی ہو سکتا ہے جسے رحمت، مغفرت، رضوان، جنت وغیرہ کی واضح بشارت دی جا چکی ہو جو خدا سے راضی اور جن سے خدا راضی ہو۔ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں ؟ وہی اور صرف وہی جنھیں آپ مہاجرین و انصار کہتے ہیں اور انھیں کا ذکر اس آیت زیر نظر میں ہے: والسّٰبقون الاولون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان الخ۔

جب تک قرآن موجود ہے اور جب تک قرآن کو سمجھنے والا ایک انسان بھی باقی ہے مہاجرین و انصار کی اس فضیلت کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ اہلِ جنت ہزاروں ہوئے اور ہوتے رہیں گے لیکن ان کے جنتی ہونے کے لیے حسنِ ظن اور گمانِ غالب سے زیادہ اور کوئی شے ہمارے پاس نہیں۔ مگر

مہاجرین و انصار کے ایماندار و بہشتی ہونے پر اسی طرح ایمان رکھنا ضروری ہے جس طرح خود قرآن پر۔ یہاں غالب گمان کافی نہیں۔ پختہ ایمان درکار ہے۔

انصار کا ذکر مضمون میں ضمناً آ گیا ہے۔ مقصود ہجرت کی حقیقت کو بیان کرنا ہے اور وہ بھی صرف قرآن پاک کی روشنی میں۔ روایات اور تاریخ میں تو ان کے بے انتہا فضائل اور کارنامے موجود ہیں جن کے ذکر کے لیے الگ صحبت درکار ہے تاہم یہاں ہجرت کی دو ایک فضیلتیں اور بھی سن لیجیے جن سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ امتِ محمدیہ نے ــــ جس کی صفِ اول میں خود مہاجرین و انصار ہیں ــــ ہجرت کا کس درجے احترام باقی رکھا ہے اور آج تک باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔

پہلی فضیلت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پوری امت نے جس انسان کی خلافتِ حقّہ پر اجماع و اتفاق کیا وہ ایک مہاجر ہی تھا۔ اور چوتھی خلافت تک ہر خلیفہ مہاجر ہی ہوا۔ اسی کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں جو بعد میں اس معنی میں راشدہ نہ رہی کیونکہ پھر نہ یہ مہاجر کے پاس رہی نہ انصار کے پاس۔

دوسری فضیلتِ ہجرت یہ ہے کہ جب (عہد فاروقی رض) اسلامی سنہ کی بنیاد رکھی گئی تو ہجری سنہ ہی تجویز کیا گیا جو ہجرت کی یادگار ہے۔ اہل اسلام کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کچھ کم اہم نہ تھی۔ وہ سنہ میلادی بھی تجویز کر سکتے تھے۔ اور اس سے زیادہ اہم خود نبوت تھی اور وہ سنہ نبوت کو اپنا قومی سنہ بنا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اور دوسرے سنین تجویز کیے جا سکتے تھے لیکن امت نے جس سنہ پر اجماع کر لیا وہ سنہ ہجری تھا۔ اس لیے کہ ہجرت کے بعد اہل اسلام کے ایک نئے دورِ زندگی کا آغاز ہوا تھا اور ایک ریاستِ اسلامیہ کی طرح ڈالی گئی تھی اور ہجرت ہی وہ عمل تھا جس نے غلط تصور وطنیت کے سب سے بڑے اور آخری بت کو تیشۂ خلیل سے پاش پاش کیا تھا۔

آنحضور نے اواخر ماہ صفر میں سفرِ ہجرت اختیار فرمایا تھا جو ماہ ربیع الاول میں ختم ہوا اور یہ تکمیل ہجرت تھی۔ مگر ہجرت کا آغاز ماہِ محرم ہی سے ہو گیا تھا، اس لیے ماہِ محرم ہی سنہ ہجری کا اوّل